

تفسير احمد

سُورَةُ النَّازِعَاتِ
Ketabton.com

جزء - 30

سوره «النازعات» کا تفسیر و ترجمہ

تصنيف: امين الدين « سعیدی - سعيد افغانی »

بسم الله الرحمن الرحيم

سورة النازعات

پارہ 30

یہ سورہ مکہ میں نازل ہوئی ہے اور (۴۶) آیتوں پر مشتمل ہے

وجہ تسمیہ :

اس سورت کا آغاز رب تعالیٰ کا (النازعات) پر قسم کھانے سے ہوا ہے، جس سے مراد بنی آدم کی ارواح قبض کرنے والے فرشتے ہیں، جس کی مناسبت سے سورت کا نام "النازعات" رکھا گیا ہے۔

اس سورت کا دوسرا نام "الساہرہ" یعنی (محشر کی زمین) ہے، جس کا بیان آیت "14" میں آیا ہے۔

سورة النازعات کا سورة النبأ کے ساتھ ربط ومناسبت:

الف : دونوں سورتوں کا موضوع اور محور ایک جیسا ہے، دونوں میں قیامت اور اس کے حالات، اور متقیوں کے اعمال اور مجرموں کی باری تعالیٰ کی بارگاہ میں واپسی کے بارے میں بحث ہوئی ہے۔

ب : نیز، دونوں سورتوں کا آغاز اور اختتام ایک مشترکہ موضوع کو بیان کرتا ہے۔

سورة النازعات کی آیات ، حروف اور الفاظ کی تعداد:

سورة النازعات مکی سورتوں میں سے ہے، اس سورت کو "ساہرہ" بھی کہا جاتا ہے۔

یہ سورة النبأ کے بعد اور سورة الانشقاق سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ سخاوی رحمہ اللہ اس سورت کے متعلق کہتے ہیں: یہ سورہ بعد از سورہ "نبأ" اور سورہ "انشقاق" سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

اس سورت کے دو (۲) رکوع، (۴۶) آیتیں، (۱۸۱) الفاظ، (۷۹۱) حروف، اور (۳۴۰) نقطے ہیں۔

(یہ بات ذکر کرنا لازم ہے کہ علماء کے اقوال سورتوں کے حروف کی تعداد گننے میں مختلف ہیں، اس بحث کی تفصیل معلوم کرنے کیلئے سورہ "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں)۔

اسباب نزول

آیت "12" کا سبب نزول:

سعید بن منصور نے محمد بن کعب سے روایت کیا ہے: جب رب تعالیٰ نے (يَقُولُونَ ءَاِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَا۟فِرَةِۙ) آیت "10" نازل فرمائی تو کفار قریش نے کہا: اگر مرنے کی بعد دوبارہ زندہ ہو گئے تو ہم سراسر خسارے میں

ہونگے ، ان کے اس قول کے بعد یہ آیت نازل ہوئی: (قَالُوا تِلْكَ إِذَا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝۱۲)

اسباب نزول آیت "42 تا 44:

حاکم اور ابن جریر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کی بارے میں کافی زیادہ سوال کیا جاتا تھا ، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: (يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسِلُهَا ۝۴۲) (42) (فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرِهَا ۝۴۳) (43) (إِلَىٰ رَبِّكَ مُنْتَهِبًا ۝۴۴) (44) اس کے بعد ان کے سوالات کا خاتمہ ہوا۔

ابن ابی حاتم جویر کے توسط سے ضحاک اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ مکہ کے مشرکین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استہزاء اور تمسخر کے طور پر پوچھتے تھے کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ پھر آیت (يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ) سے سورت کے آخر تک آیات نازل ہوئیں۔ طبرانی اور ابن جریر طارق بن شہاب سے روایت کرتے ہیں: رسول صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کو بہت یاد کرتے تھے، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی، (فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرِهَا) (إِلَىٰ رَبِّكَ مُنْتَهِبًا) نیز ابن ابی حاتم نے عروہ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

سورت کا تعارف

جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا کہ سورہ "نازعات" مکہ میں نازل ہوئی ہے، اور دیگر مکی سورتوں کی طرح یہ بھی اعتقاد کے اصولوں، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، رسول اور پیغمبر، حشر اور جزا سے متعلق ہے۔ اس سورت میں جن مضامین اور امور پر بحث کی گئی ہے وہ قیامت سے متعلق امور پر مشتمل ہیں۔ موت کے بعد کی زندگی اور اس کے مسائل کو مضبوط اور ناقابل تردید دلائل کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ اسی طرح اس سورت میں:

(1) موکد قسمیں جو قیامت سے متعلق ہیں، اور اس عظیم دن کے واقع

ہونے کی تاکید کرتی ہیں، جیسا کہ ہم نے کہا، اس سورہ شریفہ کا نیک فطرت فرشتوں پر قسم کھانے سے آغاز کیا گیا ہے، ایسے فرشتے جو مؤمنوں کی جانوں کو نرمی اور لطافت کے ساتھ قبض کرتے ہیں، جبکہ مجرموں کے روحوں کو سختی اور شدت کے ساتھ کھینچتے ہیں، نیز ان فرشتوں کی قسم کھاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم پر مخلوق کے معاملات کی دیکھ بال کرتے ہیں، (وَالَّذِينَ عَنِ غَرْقًا ۝۱۱) وَالنَّشِيطِ نَشِطًا ۝۱۲ وَالسَّيِّئَاتِ سَبْحًا ۝۱۳ فَالْمُذْبِرَاتِ أَمْرًا ۝۱۴۔

(2) اس سورت میں اس دن کے هولناک مناظر کے کچھ حصے بیان کیے گئے ہیں۔

(3) اس سورت میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور سرکش فرعون کے واقعے کی طرف مختصر اشارہ ہوا ہے، جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کیلئے تسلی کا باعث، جبکہ دھمکی ہے سرکش مشرکوں کیلئے، اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ قیامت کا انکار انسان کو کیسے کیسے گناہوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

(4) اس سورت میں خدا تعالیٰ کی قدرت کے مظاہر اور مثالیں جو آسمان و زمین میں ہیں شمار کی گئی ہیں، جو قیامت اور زندگی پر اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر دلیل ہیں۔

(5) اس دن کے هولناک واقعات کے ایک اور حصے کی تفصیل، سرکشوں کے انجام، نیک لوگوں کیلئے اچھے بدلے اور اجر کا تذکرہ۔

(6) خلاصہ کلام یہ کہ اس سورت میں اس حقیقت پر زور دیا گیا ہے کہ اگرچہ کسی کو بھی قیامت کے وقوع ہونے کے وقت کی خبر نہیں ہے، لیکن یہ تسلیم شدہ بات ہے کہ قریب ہے۔

سب سے اہم اور فہم و ادراک کو بیدار کرنے والا نکتہ اس سورت میں جس کی تاکید کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ قیامت پر یقین رکھنا چاہیئے اور اس کیلئے تیاری کرنی چاہیئے، اور اس کیلئے اس دنیا میں کچھ کام کرنا چاہیئے، اور قیامت پر ایمان نہ رکھنے والے شخص کی ضد و عناد پر توجہ نہیں کرنی چاہیئے، اس لئے کہ اس کی ضدتکذیب اور عناد کی وجہ سے ہے، جب وہ اس حالت کو پہنچا ہے تو اس کو جواب دینا عبث کام ہے، اور رب تعالیٰ جو کہ سب سے اعلیٰ و بہترین فیصلہ کرنے والا ہے ایسے عبث کام کو انجام دینے سے پاک و منزہ ہے۔

سُورَةُ النَّازِعَاتِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا ۝ وَالنَّشِيطَاتِ نَشْطًا ۝ وَالسَّيِّحَاتِ سَبْحًا ۝ فَالْمُسَبِّحَاتِ سَبْقًا ۝ فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا ۝ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝ قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ ۝ أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝ يَقُولُونَ ءَإِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ ۝ ءَإِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝ قَالُوا تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝ فَإِنَّمَا بِهِ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ ۝ فَإِذَا هُمْ بِالسَّابِرَةِ ۝ بَلْ أَتَاكَ حَدِيثٌ مُوسَى ۝ إِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝ إِذْهَبْ إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى ۝ فَقُلْ بَلْ لَكَ إِلَى أَنْ تَرْكُضَ ۝ وَأَبْدِكَ إِلَى رَبِّكَ فَتَخْشَى ۝ فَارَاهُ الْكُتُبَى ۝ فَكَذَّبَ وَعَصَى ۝ ثُمَّ أَدْبَرَ يَسْعَى ۝ فَحَشَرَ فَنَادَى ۝ فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى ۝ فَأَخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَى ۝ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِمَنْ يَخْشَى ۝ ءَإِنَّمَا أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءِ ۝ بَنَاهَا ۝ رَفَعَ سَمَكَهَا فَسَوَّيْنَاهَا ۝ وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحَاهَا ۝ وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَاهَا ۝ أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَاهَا ۝ وَالْجِبَالَ أَرْسَاهَا ۝ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنعَامِكُمْ ۝ فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَةُ الْكُبْرَى ۝ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَى ۝ وَبُرَزَتِ الْحَجِيمُ لِمَنْ يَرَى ۝ فَأَمَّا مَنْ طَغَى ۝ وَآثَرَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۝ فَإِنَّ الْحَجِيمَ هِيَ الْمَأْوَى ۝ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ فَإِنَّ الْجَنَّةَ بِي الْمَأْوَى ۝ يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا ۝ قُلْ إِنَّمَا أَنْتَ مُنذِرُ مَنِ الْيَوْمِ ۝ إِنَّمَا أَنْتَ مُنذِرُ مَنِ الْيَوْمِ ۝ كَانَتْهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا ۝

سورت کا لفظی ترجمہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ	شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے
وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا ۝	قسم ہے ان فرشتوں کی جو (کافر) بندوں کی ارواح سختی کے ساتھ کھینچنے والے ہیں (۱)
وَالنَّشِيطَاتِ نَشْطًا ۝	قسم ہے ان فرشتوں کی جو (مؤمن) بندوں کی جان نرمی و آسانی سے کھینچنے والے ہیں (۲)
وَالسَّيِّحَاتِ سَبْحًا ۝	قسم ہے تیرنے والے فرشتوں کی جو تیرتے ہیں (۳)
فَالْمُسَبِّحَاتِ سَبْقًا ۝	پھر (حکم بجالانے میں) سبقت کرتے ہیں (۴)

قَالْمَدْبِرَاتِ أَمْرًا ۝	قسم ہے ان فرشتوں کے جو تمام امور کی تدبیر کرتے ہیں (5)
يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝	جس دن کانپے گی کانپنے والی (6)

یعنی : اس دن زلزلہ وقوع پذیر ہوگا۔

تَتَّبِعُهَا الرَّادِفَةُ ۝	اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی (7)
-----------------------------	---------------------------------------

پہلے زلزلہ کے پیچھے دوسرا زلزلہ آئیگا، کہ سارے مردے زندہ ہو جائیں گے اور قیامت و محشر کا آغاز ہوگا، اور ہمیشہ رہنے والی زندگی شروع ہو جائے گی۔

قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ ۝	کتے دل اس دن دھڑکتے اور پریشان ہونگے (8)
أَبْصَارٌ بِأَخَاشِعَةٍ ۝	ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہونگی (9)
يَقُولُونَ ءَإِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ ۝	کہتے ہیں: کیا ہم دوبارہ زندگی کی طرف لوٹائے جائیں گے (10)
ءَإِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝	کیا جب ہم ہوچکے ہوں گے بوسیدہ ہڈیاں (دوسری زندگی کی طرف لوٹائے جائیں گے؟) (11)
قَالُوا تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝	کہتے ہیں: یہ تو پھر سے آنا ہوگا نقصان کا (12)
فَإِنَّمَا بِي زَجْرَةٍ وَاحِدَةٍ ۝	سوائے اس کے نہیں وہ تو ایک اونچی آواز ہے (13)

(ان کا پلٹنا کوئی مشکل کام نہیں ہے) وہ تو صرف صور میں پھونکنے کی آواز اٹھے گی، اور ان کی واپسی انجام پائے گی۔

فَإِذَا هُمْ بِالسَّابِرَةِ ۝	پھر اس وقت میدان حشر میں آ جمع ہونگے (14)
هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى ۝	کیا پہنچی ہے تجھ کو موسیٰ کے واقعے کی خبر؟ (15)
إِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝	جب اس کے پروردگار نے اس کو طوی کی مقدس زمین پر پکارا (16)
إِذْ يَبُيْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ۝	(رب نے کہا) جعفرعون کے پاس بیشک اس نے سرکشی کی ہے (17)

فَقُلْ هَلْ لَكَ إِلَىٰ أَنْ تَزْكَىٰ ۝۱۸	کھدو: کیا تو چاہتا ہے جس چیز پر تم ہو اس سے نجات پا کر پاک ہو جاؤ (18)
وَأَبْدِيكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَتَخْشَىٰ ۝۱۹	اور تجھ کو تیرے رب کے طرف راہ بتلاؤں تاکہ تجھے ڈر ہو (19)
فَأَرَاهُ الْآيَةَ الْكُبْرَىٰ ۝۲۰	پھر دکھلایا (موسیٰ نے) اس کو بڑا معجزہ (20)
فَكَذَّبَ وَعَصَىٰ ۝۲۱	پھر جھٹلایا اس نے اور نافرمانی کی (۲۱)
ثُمَّ أَدْبَرَ يَسْعَىٰ ۝۲۲	پھر پیٹھ پھیرا اور چلا (موسیٰ سے مقابلے کے لئے) تلاش کرتا ہوا (22)
فَحَشَرَ فَنَادَىٰ ۝۲۳	پھر (جادو گروں کو) جمع کیا اور لوگوں کو بلایا
فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ ۝۲۴	پھر کھا: میں ہوں رب تمہارا سب سے اونچا (۲۴)
فَأَخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَىٰ ۝۲۵	پھر اسے اللہ نے دنیا و آخرت کے عذاب میں گرفتار کیا (25)
إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّحْشَىٰ ۝۲۶	اس (موسیٰ و فرعون کے واقعہ) میں درس عبرت ہے اللہ سے ڈرنے والوں کیلئے (26)
ءَ أَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ ۝۲۷	تمہارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا خدا نے اسکو بنایا؟ (27)
رَفَعَ سَمْعَهَا فَسَوْبَهَا ۝۲۸	اونچا کیا اس کی بلندی کو پھر اسکو برابر کیا (28)
وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحَاهَا ۝۲۹	اور تاریک کردی اس کی رات اور روشن کر دیا اس کا دن (29)
وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا ۝۳۰	اس کے بعد زمین کو (بیضوی شکل میں) صاف بچھا دیا (۳۰)
أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَرْعَاهَا ۝۳۱	باہر نکالا اس سے اس کا پانی اور چارہ (۳۱)
وَالْجِبَالَ أَرْسَاهَا ۝۳۲	اور پہاڑوں کو مضبوط کھڑا کیا (۳۲)
مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ۝۳۳	تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے فائدے کیلئے (۳۳)

(ہم نے ان سب کو ترتیب دیا ہے، اور ان کو فرمانبردار بنایا ہے)

فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَىٰ ۖ	جب آئے وہ بڑے حادثے کا دن (قیامت کی سخت اور ناقابل برداشت مصیبت) (۳۴)
يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَىٰ ۖ	جس دن یاد کریگا انسان اپنی کوشش کو جو اس نے کی تھی (۳۵)
وَبُرَزَتِ الْجَحِيمُ لِمَنْ يَرَىٰ ۖ	اور دوزخ ظاہر کردی جائے گی دیکھنے والے کیلئے (۳۶)
فَأَمَّا مَنْ طَغَىٰ ۖ	البتہ جس نے سرکشی و نافرمانی کی ہوگی (۳۷)
وَأَثَرَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ	اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی ہو (۳۸)
فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۖ	تو پھر دوزخ اس کا ٹھکانہ ہے (۳۹)
وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَىٰ النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ	اور جو کوئی ڈرا ہو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے اور روکا ہو اپنے نفس کو خواہشات سے (۴۰)
فَإِنَّ الْجَنَّةَ بِيَ الْمَأْوَىٰ ۖ	یقیناً بہشت ہی اس کا ٹھکانہ ہے (۴۱)
يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسِلُهَا ۖ	تجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کب واقع ہوگی (۴۲)
فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرِهَا ۖ	تجھ کو کیا خبر اس سے؟ (۴۳)
إِلَىٰ رَبِّكَ مُنْهَلِبِهَا ۖ	قیامت کے واقع ہونے کے وقت کی خبر تیرے رب کے پاس ہے (۴۴)
إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَخْشَاهَا ۖ	تم تو ڈرانے والے ہو اس کو جو اس سے ڈرتا ہے (۴۵)
كَانَ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحًى ۖ	جب اس کو دیکھیں گے تو انہیں لگے گا کہ وہ ایک رات یا ایک دن نہیں ٹھہرے تھے (دنیا میں) (۴۶)

سورة النازعات کی تفسیر

محترم قارئین:

آیات مبارکہ "1 تا 14" اللہ تعالیٰ کی مخلوقات پر پے در پے قسموں کے بارے میں آخرت میں زندہ ہونے کے ثبوت کیلئے ہے، اسی طرح مشرکین کے احوال اور ان کے انکار کو رد کرنے پر بحث کی گئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے
وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا	قسم ہے ان فرشتوں کی جو بندوں کی روح کھینچنے والے ہیں سختی کے ساتھ ان کے اجساد سے (۱)

یا قسم ہے ان کی چاہے کوئی بھی مراد ہو جو ارواح کو سختی کے ساتھ کھینچتے ہیں۔

النازعات: باہر کھینچنے والے، باہر نکالنے کے معنی کے لیے یہ پانچوں لفظ مستعمل ہیں۔

نازعات، ناشطات، سابحات، سابقات، مُدَبِّرَات (تفسیر کبیر) ان سے: فرشتے بھی مراد ہیں، اور آسمان کے ستارے، مجاہدین کے گھوڑے، انسانوں کی ارواح، غازی اور مجاہدین بھی اور انسانی دل بھی مراد لیا گیا ہے اور کبھی ان سب کے مجموعے کیلئے بھی ان کو استعمال کیا گیا ہے۔ البتہ اکثر مفسرین نے ستارے اور فرشتے مراد لیے ہیں، اس میں بہترین رائے "تفسیر المنتخب" کی ہے، اس میں سب کا نچوڑ اور خلاصہ آ گیا ہے (تفسیر نور)۔

"نازعات" نازعہ کی جمع ہے، اور نزع کے مادے سے ہے، "نزع" یعنی: کسی چیز کو دوسری چیز سے یا کسی جگہ سے سختی کے ساتھ اکھاڑنا، جبکہ دو چیزیں یا کئی چیزیں ایک دوسرے سے چپکی ہوئی ہوں اور ان کا پیوند مضبوط ہو، جن کو الگ کرنے کیلئے بہت زیادہ طاقت اور قوت کی ضرورت ہوتی ہے، اس سے مراد فرشتوں کی جماعت ہے، دوسرے لفظوں میں "نزع" کا مطلب ہے روح کو جسم سے نکال دینا، اسے کنویں سے نکالنے سے تشبیہ دی گئی ہے؛ لہذا جو شخص جان کنی کی حالت میں ہو اسے کھاجاتا ہے کہ حالت نزع میں ہے۔

"النازعات" وہ فرشتہ جو کافروں کے جسم سے روحوں شدت اور سختی کے ساتھ کھینچتا ہے، اور پکارتا ہے: (أَخْرِجِي أَيْتَهَا النَّفْسُ الْخَبِيثَةُ) (ابن ماجہ: 4262) حکم البانی: صحیح، "أَخْرِجِي أَلِي غَضَبِ اللّٰهِ" (صحیح ابن حبان:

3014) حکم البانی : صحیح۔ "اے خبیث روح جو بدکار انسان کے جسم میں ہو خدا کے عذاب اور غضب کی طرف بڑھو" اور یہ پکار انسان کی روح کو بہت ہی بُرا چھبتا ہے، جیسے روئی سے کانٹا نکالنا، خبیث اور بدکار انسانوں کی روح کا جسم سے باہر نکالنا بہت سخت ہے، اور فرشتے اس کام کو سختی کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ غرقاً: اس کا معنی ہے مکمل طور پر غرق ہونا، ڈوب جانا، گھرائی میں اترنا

وَالنَّشِطَاتِ نَشْطًا ۝۲	قسم ہے ان فرشتوں کی جو (مؤمن) بندوں کی جان نرمی و آسانی سے کھینچنے والے ہیں (۲)
---------------------------	---

قسم ہے ان چیزوں کی (جنہیں ایسی طاقت دی گئی ہے کہ جس سے اشیاء کو اپنی) جگہوں اور مقامات سے تند ہی اور مہارت کے ساتھ باہر نکالتے ہیں۔ "النَّشِطَاتِ": وہ جو کام کو سکون و اطمینان کی ساتھ لیکن بڑی مہارت اور تیزی کے ساتھ انجام دیتے ہیں (تفسیر نور)۔

ایسے فرشتے ہیں جو قوت اور تیزی کے ساتھ جانوں کو نکال لیتے ہیں، یا "ناشطات" ایسے فرشتے ہیں جو مؤمنین کی روحوں بشارت اور نرمی کے ساتھ نکالتے اور کہتے ہیں: "اُخْرِجِي أَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ، اُخْرِجِي إِلَى رِضْوَانِ اللَّهِ": "اے پاک روح جو مؤمن انسانوں کے جسم میں ہو، اللہ کی جنت کی طرف حرکت کرو"۔ (ابن ماجہ: 4262) حکم البانی: صحیح، الزهد ہناد بن سری کوفی: 339] حکم سند: صحیح

یا پھر "نشط" مؤمنین کی ارواح کیلئے اور "نزع" کفار کی ارواح کیلئے ہے۔ تفسیر کابلی کے مفسر اپنی تفسیر میں اس آیت مبارکہ کے تحت لکھتے ہیں: ان فرشتوں کی قسم جو مؤمنوں کی روحوں کو جسم کی غلامی سے آزاد کرتے ہیں، اس وقت ان کی روحوں عالم قدس کے شوق میں اتنی خوشی سے اڑیں گی کہ گویا کہ قیدی جیل سے رہا ہو جائے، جبکہ بدکاروں اور ظالموں کی روحوں اس خوشی اور سعادت سے محروم ہیں، اور فرشتے اسے گھسیٹ کر لے جاتے ہیں، یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ یہ روح کے متعلق ہے نہ کہ جسم کے۔

وَالسَّابِّحَاتِ سَبْحًا ۝۳	قسم ہے تیرنے والے فرشتوں کی جو تیرتے ہیں (۳)
-----------------------------	--

یعنی قسم ہے ان سب چیزوں کی ایسی تیز رفتاری ان کو دی گئی ہے جس کی روشنی میں وہ اپنی ذمہ داریوں کو بہت تیزی سے اور آسانی کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔

"وَالسَّابِّحَاتِ": وہ فرشتے جو اللہ تعالیٰ کا حکم سنتے ہیں، مفسرین نے اس لفظ کے بارے میں درج ذیل نظریات اور تشریحات لکھی ہیں:

(1) وہ فرشتے جو اللہ تعالیٰ کے اوامر اور احکام سنتے اور پیروی کرتے ہیں۔

(2) وہ فرشتے جو ہر وقت اللہ کی تسبیح اور ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔

(3) وہ فرشتے جو وحی نازل کرتے ہیں ، جیسے: جبرئیل علیہ السلام

فَالسَّبِقَاتِ سَبْقًا	پھر (حکم بجالانے میں) سبقت کرتے ہیں (۴)
------------------------	---

قسم ہے ایسے فرشتوں کی جو اللہ کے احکام بجالانے میں دوسرے فرشتوں پر سبقت کرتے ہیں،

اللہ تعالیٰ کی وحی اس کے پیغمبر تک پہنچانے میں شیاطین سے سبقت لیجاتے ہیں تاکہ شیاطین اسے چوری نہ کریں۔

مجموعی طور پر لفظ "السَّبِقَاتِ" کے متعلق مفسرین کی تین آراء ہیں:

1- وہ فرشتے جو جلدی سے سرعت کے ساتھ وحی لے کر انبیاء تک

پہنچادیتے ہیں، تاکہ شیاطین کے ہاتھ اس تک نہ پہنچ سکیں ، اور اسے

چوری نہ کریں، کیونکہ شیاطین آسمانوں میں اس تاک میں رہتے ہیں کہ

وحی کے مواد کو جنوں اور چڑیلوں تک پہنچائیں، توپھر "سابقات"

کو چاہئے کہ بہت جلد وحی پیغمبروں تک پہنچائیں، اور ان کو دے دیں،

تاکہ شیاطین کو چرانے اور ہاتھ لگانے کا موقع نہ ملے۔

2- وہ فرشتے جو سرعت کے ساتھ مؤمنین کی روحوں کو جنت میں

پہنچادیتے ہیں۔

3- وہ فرشتے جو اللہ تعالیٰ کے احکام کو جلدی سن کر اس کے حکم کی

تعمیل کرتے ہیں، اور دوسرے فرشتوں سے سبقت لیجاتے ہیں۔

فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا	قسم ہے ان فرشتوں کی جو تمام امور کی تدبیر کرتے ہیں (۵)
---------------------------	--

قسم ہے ان فرشتوں کی جن کو اللہ تعالیٰ نے بہت سارے کاموں کی تدبیر کیلئے

مقرر کیا ہے عالم بالا میں جنت اور جہنم اور جہان اسفل میں بارش ، گھاس ،

پودے ، ہوائیں ، دریا ، حیوانات وغیرہ ۔

اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کی قسم کھائی ہے: نَا زَعَتِ ، نَاشِطَتِ ، سَابِغَتِ ،

سَابِغَتِ اور مُدَبِّرَاتِ ، پسندیدہ اور راجح قول یہ ہے کہ اس سے فرشتوں کی

کوئی بھی جماعت مراد ہوسکتی ہے ، اور غیر فرشتوں سے بھی مراد لینا

جائز ہے، اور کوئی حرج نہیں ہے ، مقصد اس کا یہ ہے کہ ہم جان لیں کہ

اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض مخلوقات پر قسم کھائی ہے کہ دوبارہ زندہ ہونا اور

قیامت قطعی اور یقینی ہے ، حق اور حقیقت پر مبنی ہے ، ان پانچ صورتوں

میں جو اب قسم محذوف ہے اور اس کے معنی یہ ہیں: (زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَن

لَن يُبْعَثُوا) ۱۰ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ) ۱۱ وَذَلِكَ عَلَى اللَّهِ

يَسِيرٌ ۱۲ (التغابن: 7) ترجمہ: "جو لوگ کافر ہیں ان کا اعتقاد ہے کہ وہ (دوبارہ)

ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ کہہ دو کہ ہاں ہاں میرے پروردگار کی قسم تم

ضرور اٹھائے جاؤ گے پھر جو کام تم کرتے رہے ہو وہ تمہیں بتائے جائیں گے۔ اور یہ (بات) خدا کے لیے آسان ہے۔"

ان تمام قسموں کے ساتھ وہ اپنے بندوں کو بتانا چاہتا ہے کہ اتنے سارے فرشتے پیدا کر کے وہ کچھ بھی کرنے پر قادر ہے، اور ہمیں بھی دوبارہ زندہ کر کے قبروں سے نکال سکتا ہے۔

"نَا زَعْتِ" : وہ فرشتے جو کافروں کی روحیں نکالتے ہیں ، "نَاشِطَتِ" : وہ فرشتے جو مؤمنین کی روحوں کو نرمی اور آسانی کے ساتھ نکالتے ہیں، "سَابِحَتِ" : وہ فرشتے جو مؤمنین کی روحوں کو اعلیٰ ترین مقام تک لے جاتے ہیں، "سَافِقَتِ" : وہ فرشتے جو انبیاء کی طرف وحی لانے میں شیاطین پر سبقت لے جاتے ہیں، "مُدَبِّرَتِ" : وہ فرشتے جو ان کی سپرد کردہ چیزیں ہیں ان کی تدبیر کرتے ہیں : جیسے روحیں قبض کرنا ، بارش برسانا ، اور ہوا بھیجنا۔

یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ﴿٦﴾	جس دن کانپے گی کانپنے والی (۶)
----------------------------------	--------------------------------

اس دن زلزلہ وقوع پذیر ہوگا، (اور وہ دن قیامت کادن ہے) جس دن پہلا نفخہ صور میں پھونکا جائیگا اور زلزلہ کا آغاز ہوگا، دنیا تباہ ہو جائے گی اور سب مرجائیں گے۔

"الرَّاجِفَةُ" ایک خوفناک آواز جو ہر چیز کو ہلا کر رکھ دیتی ہے ، یہ وہی پہلی نفحہ ہے جو اسرافیل صور پھونکے گا ، اور سب مرجائیں گے ، اور بعث و جزا کے یہ مراحل ، جس دن پہلا پھونک "رجفہ" پھونکا جائے گا اور ساری دنیا ہل جائے گی، اور اس میں ہر چیز فنا اور برباد ہو جائے گی ، اس کے بعد دوسری پھونک "رادفہ" کے نام سے پھونکی جائے گی اور سب قبروں سے اٹھ کر زندہ اٹھیں گے ، ان دونوں نفحہ کے درمیان جیسا کہ صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: چالیس سال کا ہے۔

تَتَّبِعُهَا الرَّادِفَةُ ﴿٧﴾	اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی (۷)
-------------------------------	---------------------------------------

اس کے بعد دوسری مرتبہ صور پھونکا جائیگا، پہلے زلزلہ کے بعد دوسرا زلزلہ آئیگا، کہ سارے مردے زندہ ہو جائیں گے، اور قیامت قائم ہوگی، اور محشر بپا ہوگا، اور ابدی جہاں کا آغاز ہو جائیگا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں: "راجفہ" اور "رادفہ" دونوں سے مراد چیخیں ہیں، یعنی: دونوں نفخے ، جہاں تک پہلے نفخے کا تعلق ہے وہ اللہ کے حکم سے تمام جاندار اشیاء کو ہلاک کر دے گا ، جہاں تک دوسرے نفخے کا تعلق ہے وہ اللہ کے حکم سے تمام مُردوں کو زندہ کرے گا (تفسیر قرطبی: 193/19)۔

اس کے بعد درج ذیل مبارک آیات میں ان حالات اور سختیوں کا ذکر ہوا ہے جن کا منکرین کو سامنا کرنا پڑے گا۔

قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ ﴿٨﴾	کتے دل اس دن دھڑکتے اور پریشان ہونگے (۸)
----------------------------------	--

بہت سارے دل جب اس ہولناک اور سخت دن کو دیکھیں گے تو پریشان ہوجائیں گے اور ڈرنے لگ جائیں گے۔

"قلوب" قلب کی جمع، دل جمع کا صیغہ ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تمام آدمیوں کے دل شامل ہیں، لفظ "قلوب جمع" اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ قرآن کریم کے رو سے صرف کافر، فاجر، اور منافق لوگ پریشان اور خوف زدہ ہونگے، اور نیک مؤمنین اس دن کے خوف سے محفوظ رہیں گے، سورہ "انبیاء" میں ان کے بارے میں فرماتے ہیں: وہ بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کرسکے گی اور فرشتے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیں گے، کہ یہی تمہارا وہ دن ہے جس کا تم وعدہ دئیے جاتے رہے۔ (انبیاء: 103)

"واجفہ" وہ بے چین، پریشان اور کانپتے دل ہیں جو قیامت کے خوف سے ڈرتے ہیں اور اپنے دنیاوی اعمال کے نتائج سے بھی، یہ تیسرا صور ہے۔

أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ﴿٩﴾	ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہونگی (۹)
----------------------------	----------------------------------

ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی، اور ان کے دلوں کو ڈر و خوف نے ڈھانپا ہوگا، اور اس خوف سے لرزتے ہونگے اور ندامت و حسرت ان پر حاوی ہوگی۔ اُن کی بینائی اور آنکھیں شرمندہ اور خوف سے گر پڑی ہیں، "خَاشِعَةٌ": ذلیل کی جگہ لفظ "خشوع" استعمال کیا؟ کیونکہ کافروں نے دنیا میں خدا کے سامنے خشوع یعنی عاجزی نہیں کی اور نہ خدا کی عبادت کی، مگر آخرت میں عاجزی اختیار کریں گے۔

گری پڑی اور ذلت سے بھرپور آنکھیں، کونسی آنکھیں؟ اہل ایمان کی آنکھیں بالکل بھی نہیں ہیں، ان کی آنکھیں ہیں جو اس دن پر ایمان نہیں رکھتے تھے، ان لوگوں کی آنکھیں ہیں جو قیامت اور حساب و کتاب پر ایمان نہیں رکھتے تھے، یہ وہی لوگ ہیں جو دنیا میں کہتے تھے: جب ہم مرجائیں گے اور ہماری ہڈیاں بوسیدہ ہوجائیں گی تو کیا دوبارہ زندہ ہوکر لوٹیں گے۔

يَقُولُونَ ءَإِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ ﴿١٠﴾	کہتے ہیں: کیا ہم دوبارہ زندگی کی طرف لوٹائے جائیں گے (۱۰)
--	---

کیا موت کے بعد ہم پہلی تخلیق کی طرف لوٹائے جائیں گے؟ یہ استفہام انکاری ہے، جس میں تعجب کی انتہا ہے، یعنی ان لوگوں نے موت کے بعد کی زندگی کا انکار کیا، مزید اس کو ناممکن سمجھتے ہوئے کافروں نے تکذیب کی صورت میں کہا کہ: کیا بوسیدہ ہونے کے بعد ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے؟

مفسر قرطبی فرماتے ہیں: جب ان سے کہا جائے: کہ تم زندہ کئیے جاؤ گے، تو وہ انکار اور حیرت کے عالم میں کہتے ہیں، کیا ہم مرنے کے بعد پہلی حالت کی طرف لوٹ جائیں گے، تو جس طرح ہم موت سے پہلے زندہ تھے اسی طرح پھر زندہ ہوجائیں گے؟ عرب کہتے ہیں کہ: (رجع فلان فی حافر تہ) یعنی: وہ آدمی جہاں سے آیا وہاں سے ہی واپس چلا گیا۔ (تفسیر قرطبی: 19/194)

"الحافره": حَفَر، قبر، گور، "حافره" یہ ہر چیز کے آغاز کا نام ہے، حَفَر کے مادے سے ہے، حَفَر کے معنی کھوکھلا اور گہری جگہ ہے، حَفَر یعنی وہ مٹی جو کسی جگہ سے نکلتی ہے، مٹی باہر نکلنے کی صورت میں وہ جگہ کھوکھلی ہوجاتی ہے۔

آءِ اِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝۱۱	کیا جب ہم ہوچکے ہوں گے بوسیدہ ہڈیاں (دوسری زندگی کی طرف لوٹائے جائیں گے؟) (۱۱)
--	---

کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیوں کی صورت میں تبدیل ہوجائیں گے اور بکھر جائیں گے تو اس کے بعد دوبارہ زندگی کی طرف لوٹیں گے؟ یہ بات وہ لوگ استبعاد کے طور پر تب کہیں گے جب ان سے کہا جائے: تمہیں موت کے بعد قبروں سے اٹھا کر نئے سرے سے زندگی دی جائے گی، یعنی: کیا ہم قبروں کے گڑھے میں جانے کے بعد پہلی حالت میں واپس جا کر مرنے کے بعد زندہ کیے جائیں گے؟ محدثین لکھتے ہیں کہ: ان میں سے ایک جماعت ایک پرانی اور بوسیدہ ہڈی اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا، اور اس نے اسے دبایا اور پاؤڈر بنا کر اس پر پھونک ماری اور کہا: کیا یہ ممکن ہے کہ جب ہم ان پرانی اور بوسیدہ ہڈیوں میں تبدیل ہوجائیں پھر دوبارہ زندہ ہوجائیں؟ ایسے ہونا ناممکن ہے، ان کا یہ کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ لوگ قیامت کے وقوع اور معاد کو بعید از امکان سمجھتے تھے، اس لیے قیامت اور روز جزا کے منکر ہوئے۔

قَالُوا تِلْكَ إِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝۱۲	کہتے ہیں: یہ تو پھر سے آنا ہوگا نقصان کا (۱۲)
---	--

کہتے ہیں: اس وقت وہ ہمارا زندگی کی طرف پلٹنا سراسر نقصان کا باعث ہوگا، اور ہم اس طرح کا نقصان اور اس طرح کا کام کبھی نہیں چاہتے۔ مذاق اڑاتے ہوئے کہتے تھے: (اگر واقعی زندگی کی طرف دوبارہ پلٹنا پڑا تو) اس صورت میں یہ ہمارا دوبارہ زندہ ہوجانا خسارے کا ہوگا، اور وہ لوگ اس بات کو بعید از امکان سمجھتے تھے کہ مرنے کے بعد اور بوسیدہ ہڈیوں میں تبدیل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ انہیں دوبارہ زندہ کرسکے گا، کیونکہ وہ لوگ خدا تعالیٰ کی قدرت اور طاقت سے ناواقف تھے، اس لیے اس کے خلاف

جسارت کر رہے تھے، مردوں کو زندہ کرنا رب تعالیٰ کیلئے آسان ہے اس بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَإِنَّمَا بِئِ زَجْرَةٍ وَاحِدَةٍ ۝۱۳	سوائے اس کے نہیں وہ تو ایک اونچی آواز ہے (۱۳)
--	---

پھر یقیناً وہ ایک اونچی آواز ہے، (انکا پلٹنا کچھ مشکل نہیں ہوگا) صرف اور صرف صور میں پھونکنے کی آواز آئیگی اور دوسری زندگی کا آغاز ہو جائے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ دوسری مرتبہ کا پھونکنا ایک آواز سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے، اور اس کی تکمیل ہونے سے ہم پر کوئی مشقت نہیں پڑے گی، جی ہاں! جب صور پھونکا جائے گا، تو ہم ان کو پہلی پیدائش کی طرح دوسری زندگی کی طرف لوٹائیں گے، اور جیسے ہم موت دیتے ہیں ویسے زندہ بھی کریں گے، "زجر" کسی کو دھتکارنا کسی جگہ سے اونچی آواز کے ساتھ

فَإِذَا هُمْ بِالسَّابِرَةِ ۝۱۴	پھر اس وقت میدان حشر میں آ جمع ہونگے (۱۴)
---------------------------------	---

اچانک وہ ایک چٹیل میدان میں ہوں گے، اچانک سب کے سب اٹھیں گے اور محشر کے وسیع و عریض چٹیل میدان میں کھڑے ہوں گے۔ اس مقام پر اللہ نے فرشتوں کی قسم کھائی ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے سپرد کردہ ذمہ داریوں کو کس تندہی اور رتیزی سے مکمل کرتے ہیں۔ اس قسم میں چند احتمالات ہیں:

(1) کہ جس چیز کے اثبات کے لیے قسم کھائی ہے وہ ہے بعد از مرگ زندگی اور سزاء و جزاء۔

(2) اثبات قیامت کے لیے قسمیں کھائی ہیں۔

(3) جن امور کے اثبات کے لیے قسم کھائی گئی ہے اور جن کا قسم میں ذکر ہے وہ ایک ہی چیز ہے۔

(4) اللہ نے فرشتوں کی قسم کھائی تاکہ فرشتوں کا وجود ثابت ہو، اس لیے کہ فرشتوں پر ایمان لانا بھی ایمان کے چھ ارکان میں سے ایک رکن ہے، اسی طرح ان فرشتوں کے ذمہ لگائے گئے امور سزاء و جزاء کا ایک سبب ہے، چاہے قبل از مرگ ہو یا بعد از مرگ یا موت کے وقت، یہ سزاء اور جزاء دینا بھی فرشتوں کی ذمہ داری ہے۔

"ساہرہ" سطح زمین کو کہتے ہیں، اور اکثر اس زمین کو کہا جاتا ہے جو مسلسل رات دن گھاس اُگاتی رہے، اس طرح کہ اس کو کسی قسم کا آرام اور نیند نہ

ہو ، ساھرہ بھی قیامت کے میدانوں میں سے ایک ہے ، کہ اس کو حاضر اور تیار کیا جائے گا ، اور انسان اس میں حساب و کتاب کے لیے صف باندھیں گے۔
محترم قارئین:

بابرکت آیات (15 تا 22) موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعے کا مختصر ذکر کیا گیا ہے:

ہَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى ۝۱۵	کیا پہنچی ہے تجھ کو موسیٰ کے واقعے کی خبر؟ (۱۵)
---------------------------------	---

کیا موسیٰ کی خبر تجھ تک پہنچی ہے ؟ یہ سوال ایک اہم معاملے سے متعلق ہے ، جو واقع ہو چکا ہے ، یعنی: کیا اس کی خبر تجھ تک پہنچی ہے ؟ واضح رہے کہ: کافروں کی طرف سے آخرت اور قیامت کا انکار اور اس کا مذاق اڑانا ، بنیادی طور پر کسی فلسفے کا رد نہیں تھا ، بلکہ یہ پیغمبر خدا کی تکذیب تھی ، اور وہ سازشیں تھیں جو انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کیں ، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو نقصان پہنچانے کے لیے تھیں ، اس آیت میں خطاب ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیت کے ارادے سے ان کے قوم کی تکذیب کے مقابلے میں ، یعنی: اے اللہ کے پیغمبر! جان لو کہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ اسی طرح تھا ، کیونکہ اسے فرعون کی دعوت میں بھی انکار کا سامنا کرنا پڑا ، اور کافی مشکلات ان کو برداشت کرنی پڑیں ، چنانچہ یہ آیت دھمکی ہے کفار کے لیے ، اگر وہ جھٹلاتے رہے تو ان کا وہی انجام ہوگا جو فرعون اور اس کی قوم کا ہوا ، جو ان سے طاقتور اور شان و شوکت والے تھے ، اور خدا سبحانہ و تعالیٰ نے جس طرح فرعون اور اس کی قوم کو جہاں والوں کے لیے عبرت کا نشان بنایا ، ان کو بھی ان کے انجام سے دو چار کرے گا۔

إِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝۱۶	جب اس کے پروردگار نے اس کو طوی کی مقدس زمین پر پکارا (16)
---	---

طوی: وہ مقام ہے جہاں پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے بات کی ، اور انہیں رسالت عطا فرما کر برکت دی ، اور وحی کے ساتھ مبعوث فرما کر انہیں برگزیدہ اور منتخب کیا۔
پھر ان سے فرمایا:

إِذْ يَبُذُّ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ۝۱۷	(رب نے کہا) جعفرعون کے پاس بیشک اس نے سرکشی کی ہے (17)
---	--

جاؤ فرعون کی طرف اس نے سرکشی و نافرمانی کی ہے ، یعنی : فرعون کے پاس جاؤ اور اس کے ساتھ مشفقانہ اور نرم لہجے میں بات کرو ، اور اسے بغاوت و سرکشی اور شرک و نافرمانی سے روکو۔

لَعَلَّه يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى: شاید وہ نصیحت قبول کر لے یا ڈر جائے
"فِرْعَوْنُ" مصر کا بادشاہ: سب سے پہلا بادشاہ جس نے خود کو فرعون کا لقب
 دیا اس کا نام "اختاتون" تھا، اور موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا فرعون
 "رامس" تھا جو خود کو معبود سمجھتا تھا، اور کہتا: "کہ میں سب سے اعلیٰ رب
 ہوں تمہارا"

"أنا ربکم الاعلیٰ" (24) فرعون کا معنی ہے: "مصر میں ایک بہت بڑا گھر یا
 محل" بعد میں یہ لفظ افراد کی عظمت اور بادشاہی کے لیے استعمال کیا گیا، یوسف
 علیہ السلام کے زمانے میں مصر کے بادشاہوں کو ملک کہا جاتا تھا، اور موسیٰ
 علیہ السلام کے زمانے کا بادشاہ رامس روم فرعون سے مشہور تھا انتہائی ظالم
 اور قدرت طلب انسان تھا، اس نے تمام سگّوں پر اپنے نام کی مہر ثبت کر دی
 اور سب کچھ اپنے قبضے میں کر لیا، اس وقت مصر کے لوگ دو گروہوں پر
 مشتمل تھے:

(1) قبطی: مصر کا مالدار طبقہ، بادشاہ (فرعون)۔

(2) بنی اسرائیل: مصر کے عام اور فقیر لوگ جو یعقوب علیہ السلام کی اولاد
 میں سے تھے، اور یوسف علیہ السلام اور اس کے خاندان کے آنے کے بعد
 مصر میں رہنے لگے اور پھیل گئے۔

کھدو: کیا تو چاہتا ہے جس چیز پر تم
 ہو اس سے نجات پا کر پاک ہو جاؤ
 (۱۸)

فَقُلْ بَلْ لَّكَ إِلَىٰ أَنْ تَزْكِيَ ۝۱۸

پھر کھدو: (کیا تم چاہتے ہو ایسی خوبصورت و پسندیدہ عادت اپناؤ جسے
 عقلمند لوگ حاصل کرنے کیلئے ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی کوشش
 کرتے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ) خود کو پاکیزہ بنالو، اور کفر و شرک و نافرمانی
 کی آلودگی سے خود کو بچا کر ایمان اور نیک اعمال کی طرف چلے آئے؟
 "فَقُلْ" تو کہو؛ اللہ تعالیٰ ہمیں ان آیات میں دعوت کا طریقہ سکھاتا ہے، اور کہتا
 ہے کہ بدترین لوگوں کے ساتھ بھی نرمی اور اخلاق سے پیش آنا چاہیے، اس
 طرح پہلی فرصت میں موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے ساتھ نرمی برتنے کا
 حکم دیا گیا۔

اور تجھ کو تیرے رب کے طرف راہ
 بتلاؤ تاکہ تجھے ڈر ہو (19)

وَأَبْدِيكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَتَخْشَىٰ ۝۱۹

اور تجھے رب تعالیٰ کی طرف راہ دکھاؤں، اور اللہ تعالیٰ کی رضا و غضب
 کے عوامل تجھ کو بتاؤں؟ (فتخشی) پھر جب تم سیدھا راستہ پہچان لو گے تو اپنے
 رب کے سامنے جھک جاؤ گے، لیکن فرعون نے اس چیز کو قبول کرنے
 سے انکار کر دیا جس کی طرف موسیٰ علیہ السلام نے اس کو دعوت دی۔

مفسر زمخشری نے کہا ہے کہ: انہوں نے خوف کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ یہ امر و فرمان کا معیار ہے، جو اللہ سے ڈرتا ہے تو اس کی طرف سے ہر بھلائی آتی ہے، اور اس نے اپنے خطاب کو ایک ایسے استفہام سے شروع کیا ہے جو تجویز کے معنی میں ہے۔

جیسا کہ انسان اپنے مہمان سے کہتا ہے: مگر آپ ہمارے ساتھ رہنا نہیں چاہتے؟ اور اس کے پیچھے وہ نرم اور محبت بھری گفتگو لے کر آئے ہیں، تاکہ انہیں مہربانی اور نرمی سے بلائیں اور دعوت دیں اور بردباری سے اسے بغاوت اور سرکشی سے نکالیں، جیسا کہ سورہ طہ (آیت: 44) میں ہے: (فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لِّئِنَّا لَعَلَّہُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى ۝۴۴) ترجمہ: "اور اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ غور کرے یا ڈر جائے"

لیکن جس چیز کی طرف موسیٰ علیہ السلام نے اسے بلایا اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

فَارَہُ الْآیَۃُ الْکُبْرٰی ۝۲۰	پھر دکھلایا (موسیٰ نے) اس کو بڑا معجزہ (۲۰)
---------------------------------	---

تو (موسیٰ) نے ایک بڑا معجزہ اسے دکھایا، موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس گیا اپنے عظیم معجزہ (یعنی لاٹھی کا اڑدبا بننا) اسے دکھایا۔ یہاں لفظ کا ایک حصہ محذوف ہے، یعنی: موسیٰ علیہ السلام اس کے پاس گیا اسے بلایا اور اس سے بحث اور گفتگو کی، پھر جب فرعون نے ایمان لانے سے انکار کیا، تو عظیم معجزہ (اپنے رسالت کی دلیل) اسے پیش کیا جو کہ ایک لاٹھی کا چلتے ہوئے سانپ میں تبدیل ہونا تھا۔

مفسر قرطبی فرماتے ہیں: اسے بڑی نشانی دکھائی یہ معجزہ ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہی: آیت کبریٰ سے مراد عصا ہے (تفسیر قرطبی: 202/19) الآیۃ الکبریٰ: بڑی نشانی

(1) لاٹھی جو سانپ بن گئی۔

(2) ید بیضاء: موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ جو سفید اور نورانی ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادو ٹونہ عام تھا اس لیے ان کے معجزات اس وقت کے حالات کے مطابق تھے، جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں علم طب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ادب، فصاحت، بلاغت اور گفتگو اور الفاظ و کلمات بہت اہم اور عام تھے۔

فَكَذَّبَ وَعَصٰی ۝۲۱	پھر جھٹلایا اس نے اور نافرمانی کی (۲۱)
-----------------------	--

لیکن اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی، فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا کہا، اور اس کی لائی ہوئی نبوت کو نہیں مانا، اور جو کچھ رب تعالیٰ کی طرف سے ساتھ لائے تھے اس سے انکار کیا۔

"فَكَذَّبَ" زبانی تکذیب، "وَعَصَى" یعنی: عملی تکذیب: بغاوت اور سرکشی کا اعلان یہ فرعون کا سب سے پہلا انحراف تھا، اس نے جھٹلایا، واضح اور کھلی چیزوں کو جھٹلایا اور سرکشی و نافرمانی کی، وہ اور بھی آگے بڑھ گیا۔

ثُمَّ أَدْبَرَ يَسْعَى ۝۲۲	پھر پیٹھ پھیرا اور چلا (موسیٰ سے مقابلے کے لئے) تلاش کرتا ہوا (22)
----------------------------	--

لوگوں کو موسیٰ علیہ السلام کی پیروی سے ظلم و زیادتی کے ساتھ روکا، اور لوگوں کو قتل کر کے اور غلام بنا کر زمین پر فساد شروع کیا، "ثُمَّ أَدْبَرَ" اس نے ایمان سے منہ موڑا اور ایمان نہ لایا، "يَسْعَى" کوشش کی، اور موسیٰ علیہ السلام کی ناکامی کے بارے میں سوچا، فرعون نے اپنی پوری قوت سے کوشش کی کہ موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کامیاب نہ ہو، واضح رہے کہ: فرعون نے عام لوگوں سے کہا: میں رب ہوں، لیکن وہ ان دو نام (میں اور رب) کا مفہوم نہیں جانتا تھا، اس لیے کہ اگر "رب" کی حقیقت کو جانتا تو کبھی مخلوق سے نہیں ڈرتا، اور اگر "میں" کا مفہوم جانتا، اگر وہ "میں" کی حقیقت سمجھتا تو حیوان جیسے محض جسم و جان کا پابند نہیں ہوتا۔

فَاحْشَرَ فَنَادَى ۝۲۳	پھر (جادو گروں کو) جمع کیا اور لوگوں کو بلایا (۲۳)
------------------------	--

یا یہ کہ لوگوں کو میدان میں اکٹھا کیا تاکہ جو کچھ ہو رہا ہے مشاہدہ کریں، پھر وہ خود ایک پکارنے والے منادی کے ذریعے پکارا اس مجمع میں۔ "فَاحْشَرَ" سب کو جمع کیا، (قبطیوں کو اور بنی اسرائیل، سپاہی، جادوگروں کو)

فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى ۝۲۴	پھر کہا: میں ہوں رب تمہارا سب سے اونچا (۲۴)
--	---

فرعون نے اپنے لشکر کو جمع کیا اور پکار کر ان سے کہا: (میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں مجھ سے بڑھ کر کوئی رب نہیں) اس نے یہ کام لوگوں میں خوف و ہراس پھیلانے کے لیے کیا لوگوں نے اس کی بات پر یقین کیا، اور اس کے باطل کو قبول کیا، کیونکہ وہ ان لوگوں کی عقلوں سے کھیل رہا تھا۔

فَأَخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَى ۝۲۵	پھر اسے اللہ نے دنیا و آخرت کے عذاب میں گرفتار کیا (25)
---	---

رب تعالیٰ نے اسے دنیا و آخرت کے عذاب میں مبتلا کر دیا (پھر اللہ نے اسے آخرت کے عذاب (شدید ترین عذاب) اور دنیا کے عذاب میں (دریا میں غرق کرنے کے ساتھ) پکڑا، "فَأَخَذَهُ اللَّهُ" اللہ نے اس سے انتقام لیا تاکہ دوسروں کیلئے عبرت ہو اور ظالم لوگ توبہ کریں۔

"الْآخِرَةِ": آخرت "الْأُولَى" دنیا، اللہ تعالیٰ نے فرعون کو عذاب آخرت میں تب پکڑا جب اس نے کہا: (أَنَا رَبُّكُمْ الْأَعْلَى) اور عذاب اولیٰ یعنی دنیا میں جب اس نے کہا: (ما علمت لكم من الہ غیری) پکڑا۔

انَّ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَخْشَى ۝۲۶	اس (موسیٰ و فرعون کے واقعہ) میں درس عبرت ہے اللہ سے ڈرنے والوں کیلئے (26)
--	---

یقیناً اس میں (موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعے میں درس عبرت ہے ان لوگوں کیلئے جو اللہ سے ڈرتے ہیں، اللہ نے موسیٰ اور فرعون کا واقعہ بیان کیا اور اس کے ذریعے یہ یاد دہانی کروائی کہ فرعون کو جو سزاء دی گئی اس میں تمام سرکشوں اور جھٹلانے والوں کے لیے درس عبرت ہے، اسی طرح اس میں قیامت کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے، قیامت میں دوبارہ زندہ کیے جانے کے امکان کی بھی دلیل ہے، اس کے علاوہ انسانوں کو یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اللہ نے انہیں کتنی نعمتیں عطا کی ہیں تاکہ وہ شکر گزاری کریں، یہ شکر گزاری اللہ کی معرفت کا سرچشمہ ہے، سب سے پہلے منکرین بعثت کو استفہام انکاری سے مخاطب کیا یہ تو بیخی انداز ہے، یعنی ڈانٹ ڈپٹ ہے کہ کیا تم جو مرنے کے بعد زندہ ہونے کو ناممکن سمجھتے ہو تو کیا تمہارا پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے یا اتنے بڑے آسمان کا بیدار کرنا؟

ءَأَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَاءُ ۝۲۷ بَنَاهَا ۝	تمہارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا خدا نے اسکو بنایا؟ (27)
---	--

(اے قیامت کے منکرو!) کیا تمہاری پیدائش (دوبارہ مرنے کے بعد) زیادہ سخت ہے، یا اس آسمان کی تخلیق جس کو اللہ تعالیٰ نے اس حیران کن عظمت اور حیرت انگیز ترتیب و نظام کے ساتھ تمہارے سروں کے اوپر ایک خیمے اور چھت کی طرح قائم کیا ہے؟

مفسر فخر رازی کہتے ہیں کہ: اللہ نے انہیں ایک ایسی چیز سے روشناس کرایا ہے، جسے آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے، کیونکہ جب چھوٹی اور کمزور انسانی تخلیق کا موازنہ آسمان کی تخلیق اور اس کی عظمت و بڑائی کے ساتھ کیا جائے تو انسانی تخلیق آسان ہو جاتی ہے، جب معاملہ ایسا ہو تو ان کو واپس لوٹانا بھی زیادہ آسان ہے پھر کیوں اس کا انکار کرتے ہیں؟ (تفسیر کبیر: 43/31) جیسا کہ سورہ غافر کی آیت "57" میں فرماتے ہیں: (أَخْلَقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝۵۷) ترجمہ: "آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے سے بڑا (کام) ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے"

"بَنِيهَا" اس نے اسے مضبوط اونچا اور بغیر ستونوں کے آپ کے سر کے اوپر بنایا، پھر مزید وضاحت کے ساتھ بیان کر کے فرماتے ہیں:

رَفَعَ سَمَكَهَا فَسَوَّيَهَا ۝۲۸	اونچا کیا اس کی بلندی کو پھر اسکو برابر کیا (28)
-----------------------------------	--

اس نے آسمان کی اونچائی کو بڑھایا، اور اسے آپ کے اوپر بغیر دراڑ اور سوراخ کے چھت بنایا، ابن کثیر نے کہا: عمارت کے لحاظ سے بلند و بالا اور فضا کے اعتبار سے خوب کشادہ اور چوڑا اور تمام کناروں کو بالکل برابر بنایا، پھر اندھیری راتوں میں خوب چمکنے والے ستارے اس میں جڑ دئیے۔ (مختصر تفسیر ابن کثیر)

وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحْبَهَا ۝۲۹	اور تاریک کردی اس کی رات اور روشن کر دیا اس کا دن (29)
---	--

ابن عباسؓ فرماتے ہیں: اور اندھیرا بنادیا اس کی رات کو اور روشن کیا اس کے دن کو۔ (مختصر تفسیر ابن کثیر)

وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَبَهَا ۝۳۰	اس کے بعد زمین کو (بیضوی شکل میں) صاف بچھادیا (۳۰)
---	--

مفسرین کہتے ہیں کہ: یہ قول زمین کے گول ہونے کے منافی نہیں ہے، چونکہ وہ یقینی چیز ہے، حتیٰ کہ امام فخر رازی فرماتے ہیں: زمین شروع میں ایک دائرے کی شکل میں تھی، پھر خدا نے اسے طول دیا اور پھیلایا، اور "دَحَبَهَا" کا معنی صرف پھیلانا نہیں ہے، بلکہ اس کا مطلب ہے زمین کو ہموار اور تیار کیا گھاس اور پودوں کے اگنے اور خوراک کے لیے، آیت "أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءًهَا وَمَرْعًهَا" اس کی دلیل ہے، تمام بڑی چیزیں ہموار اور برابر دکھائی دیں گی۔ (تفسیر کبیر: 48/31)

"دَحَبَهَا": کسی چیز کو اس طرح حرکت دینا کہ گرتا اور گول کھومتے جیسا ہو، یہ بھی زمین کے گروی یا بیضوی شکل میں ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین ایسی ہی پیدا کی ہے، تاکہ اس میں وضعی اور عبوری حرکات پیدا ہو جائیں، اسی طرح سورہ نبا میں ذکر ہوا ہے کہ یہ حالت رات، دن اور چار موسموں کو پیدا کرتی ہے۔

أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءًهَا	باہر نکالا اس سے اس کا پانی اور چارہ (۳۱)
وَمَرْعًهَا ۝۳۱	

یعنی زمین کو خشک نہیں چھوڑا، بلکہ زمین کی ترقی اور نشونما کی تمام ضروریات آپ کے اختیار میں دے دیں، جیسے: پانی، آبادکاری، سرسبز چرا گاہیں چوپایوں کے لیے۔

وَالْجِبَالِ أَرْسِلَهَا ۝ اور پہاڑوں کو مضبوط کھڑا کیا (۳۲)

اور مضبوط میخ کی طرح زمین میں لاکر پھیلا دیا، تاکہ زمین آرام پکڑے اور اس میں رہنے والے امن و سکون سے رہیں۔

مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ۝ تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے فائدے کیلئے (۳۳)

تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے فائدے کیلئے (ہم نے ان سب کو ترتیب دیا ہے، اور ان کو فرمانبردار بنایا ہے)، جس ذات نے ان تمام چیزوں کو پیدا کیا، ان کی دوبارہ تخلیق سے عاجز نہیں ہے، بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کے مظاہر کو انسانوں کی تخلیق اور ان کی زندگیوں کی ترتیب کو دلیل کے طور پر بیان فرمایا، اس کے بعد اپنی قدرت کے دلائل ان کو موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے اور ان کے حساب اور سزا کو اچھے اسلوب اور واضح انداز میں بیان کیا اور فرمایا:

فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ ۝ جب بڑا حادثہ برپا ہوگا (قیامت کی سخت اور ناقابل برداشت مصیبت) (۳۴)

جب آئے گا وہ بڑے حادثے کا دن (قیامت کا سخت اور ناقابل برداشت دن) ابن عباسؓ نے کہا: اس سے مراد قیامت ہے، اور "طَامَّةٌ" اس لیے کہا گیا کہ وہ ہر چیز پر غالب آجائے گی، یہ اپنی ہولناکی کی وجہ سے ہر دوسری مصیبت پر چھا جائے گی۔

سفیان ثوریؒ کہتے ہیں کہ "طَامَّةٌ" سے وہ ساعت مراد ہے جس وقت جہنمیوں کو "زبانہ" کے حوالے کیا جائے گا، "الطَّامَّةُ الْكُبْرَى" قیامت، دوسری نفخہ ہے، یعنی حشر، سب سے اہم حادثہ ہے، ایسا حادثہ ہے جو ناقابل برداشت ہے، ایک ایسا واقعہ جو انسانی دماغ اور ذہن میں نہیں سما سکتا، جس کا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا، سب سے بڑی مصیبت سب کے لیے نہ کہ خاص لوگوں کے لیے، جب "طَامَّةٌ" آتا ہے، اور جیسا کہ ہم نے کہا "طَامَّةٌ" ایسے واقعے کو کہتے ہیں جو ہر چیز کو گھیر لیتا ہے اور دوسرے حادثوں سے بڑا اور ہولناک ہے، اور اس کی طرح کچھ بھی نہیں ہے نہ عاد کی ہوا اور نہ ثمود کی صیحہ (چیخ) اور نہ "یوم الظَّلَّة" کا رجفہ (سائبان والے دن کا عذاب) اس طرح کہ کوئی بھی اس گھیرے اور دائرے سے باہر نہیں ہے، اور چھا جانے والے اور "کُبْرَى" کے قید سے اس کے معنی میں اضافہ کرتا ہے کہ یہ واقعہ دیگر واقعات سے مختلف ہے، چاہے زلزلہ ہونے کے نقطہ نظر سے ہو، کیونکہ یہ زلزلہ دوسرے زلزلوں

کے برعکس، پوری دنیا کو الٹ دے گا، یا چاہے کبریٰ ہونے کے نقطہ نظر سے ہو جو بڑا اور ناقابل تصور ہے، وہاں تو کام ہاتھ سے نکل چکا ہوگا، اس وقت اس بات کی کوئی قدر و قیمت اور حیثیت نہیں ہوگی کہ انسان غفلت کے نیند سے بیدار ہو جائے۔

یَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَىٰ ۚ	جس دن یاد کریگا انسان اپنی کوشش کو جو اس نے کی تھی (۳۵)
--	---

اس لیے کہ اسے یقین ہوگا کہ اب اس سے پوچھ گچھ ہوگی، اور وہ اپنے اعمال کے بارے میں جواب دہ ہوگا، "مَا سَعَىٰ" دنیا میں خیر اور شر میں سے جو عمل اس نے انجام دیا ہوگا، اعمال کو یاد کرنے کے بارے میں مفسرین کے تین قول ہیں:

- (1) جب فرشتے، زمین جسم اور جسم کے تمام اعضا اور سب چیزیں بولنے لگیں گی اور گواہی دیں گی، اس وقت انسان اپنے اعمال کو یاد کرے گا۔
- (2) جب انسان کا اعمال نامہ اس کے ہاتھ میں دیا جائے گا، یاد کرے گا۔
- (3) جب رب تعالیٰ کے سامنے حساب و کتاب ہوگا تو اللہ تعالیٰ انسان کو سب چیزوں کی یاد دلادے گا، اور اسے اس کا اعمال نامہ دکھا دیگا، یہ وہ وقت ہوگا جب انسان یاد کرنے کے لائق بنے گا، غفلت سے جاگے گا، اور اپنے اعمال کے سلسلے میں جو کچھ کیا ہے یاد کر لے گا کہ "مَا سَعَىٰ" اس نے کیا کیا ہے؟ اور اس کی حرکات و سکنات کس سمت میں تھیں؟

وَبُرَزَتِ الْجَحِيمُ لِمَنْ يَرَىٰ ۚ	اور دوزخ ظاہر کردی جائے گی دیکھنے والے کیلئے (۳۶)
---------------------------------------	---

قیامت کے دن دوزخ کی آگ انسانوں کی آنکھوں کے سامنے لاکر مخلوق کو دکھائی جائے گی، جہنم میں ستر ہزار لگامیں اور کڑے ہوں گے، اور ہر ایک ستر ہزار فرشتے تھامے ہوئے ہوں گے، جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے: (يُؤْتَىٰ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُونَ أَلْفَ زِمَامٍ، مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّوْنَهَا) (مسلم: 2842)

قیامت کے دن جہنم کو اس حالت میں لایا جائے گا کہ اس کی ستر ہزار رسیاں ہوگی، جن سے اسے چلایا جا رہا ہوگا، اور ہر رسی پر ستر ہزار فرشتے مقرر ہوں گے، جو اس کے ذریعے اسے کھینچ رہے ہوں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: (تَخْرُجُ عُقْبُ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهَا عَيْنَانِ تُبْصِرَانِ وَأُذُنَانِ تَسْمَعَانِ وَلِسَانٌ يَنْطِقُ، يَقُولُ: إِنِّي وَكَلْتُ بِثَلَاثَةٍ، بِكُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ، وَبِكُلِّ مَنْ دَعَا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ، وَبِالْمُصَوِّرِينَ) (سنن ترمذی: 2574) (و مسند احمد: 8430) حکم البانی: صحیح

قیامت کے دن آگ سے ایک گردن نکلے گی جس کی دو آنکھیں، دو سننے والے کان اور ایک زبان ہوگی جس سے وہ بات کر کے کہے گی کہ آج میں تین لوگوں پر مسلط کی گئی ہوں، ظالم اور جابر شخص پر، اور اس شخص پر جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبود کی عبادت کرتا تھا، اور تصویر بنانے والوں پر ۔

فَأَمَّا مَنْ طَغَى ﴿٣٧﴾	البتہ جس نے سرکشی و نافرمانی کی ہوگی (۳۷)
وَأَثَرَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ﴿٣٨﴾	اور دنیا کی زندگی کو (آخرت کے مقابلے میں منتخب کر کے) ترجیح دی ہوگی (۳۸)

ان آیات میں انسان کی سعادت و شقاوت کے اصولوں کا نقشہ نہایت خوبصورت اور نصیحت آموز انداز میں کھینچا گیا ہے۔ انسان کی شقاوت و بدبختی کو نافرمانی اور دنیاپرستی کا نتیجہ، اور اس کی خوشی اور سعادت کو خوفِ خدا کا ثمرہ؛ اور نفسانی خواہش کا ترک کرنا بتایا گیا ہے، نیز تمام انبیاء و اولیاء کی تعلیمات کا خلاصہ یہی ہے، خواہشات کی پیروی کرنا عقل پر پردہ ڈال دیتا ہے، اور انسان کے بُرے اعمال کو اس کی نظروں میں مزین کر دیتا ہے، پہچان اور تشخیص کے احساس کو جو اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت اور انسان و حیوان میں ایک فرق ہے اسے چھین لیتا ہے، اور انسان کو خود میں مشغول کر دیتا ہے۔

فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ﴿٣٩﴾	(تو پھر جان لے) دوزخ ہی (اس کا) ٹھکانہ ہے (۳۹)
--	--

پہلا جملہ ان کے فاسد عقیدے کی طرف اشارہ کرتا ہے، اس لئے کہ ان کی نافرمانی ان کے تکبر کی وجہ سے ہے، اور ان کا تکبر اللہ تعالیٰ کی عدم معرفت کی وجہ سے ہے، جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی عظمت کو پہچانتا ہے وہ اپنے آپ کو حقیر اور کمزور سمجھتا ہے، وہ کبھی بھی اپنے قدمِ عبودیت کے راستے سے باہر نہیں رکھتا۔

دوسرے جملے میں ان کے فاسد عمل کی طرف اشارہ ہے، اس لیے کہ نافرمانی اور سرکشی کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان اس عارضی اور جلد ختم ہونے والی دنیا کی آسائشوں اور اس دنیا کی رنگینیوں کو بہت قیمتی سمجھنے لگتا ہے اور انہیں ہر چیز پر مقدم رکھتا ہے۔

گویا یہ دونوں (سرکشی اور نتیجہ) ایک دوسرے کے لیے علت اور معلول ہیں۔ عقیدے کا بگاڑ اور نافرمانی عمل میں فساد کا ذریعہ اور ناپائیدار دنیا کی زندگی کو ہر چیز پر ترجیح دینے کا سبب ہے۔

آخر کار یہ دونوں دوزخ کی جلانے والی آگ ہے تیسرے جملے میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اس کے بعد جنتیوں کے اوصاف کا ذکر دو مختصر اور نہایت پُر معنی جملوں میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ ﴿٤٠﴾	اور جو کوئی ڈرا ہو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے اور روکا ہو اپنے نفس کو خواہشات سے (۴۰)
فَإِنَّ الْجَنَّةَ بِيَ الْمَأْوَىٰ ﴿٤١﴾	یقیناً بہشت ہی اس کا ٹھکانہ ہے (۴۱)

جنت دار السلام یا دار النعیم: بے انتہاء جسمانی، روحانی اور معنوی نعمتیں، دنیاوی لذتوں سے اعلیٰ لذتیں، جو صالحین اور متقیوں کا ٹھکانہ ہے، اس کے رہنے کی جگہ اور منزل ہوگی، کتنی اچھی اور دلکش جگہ ہے، جہاں بہتے چشمے اور فوارے، لمبے پلنگ، رکھے ہوئے پیالے، پہلو بہ پہلو تکیے، چوڑے بچھے ہوئے قالین، خوبصورت حوریں، نوجوان اور ہم عمر دوستوں کا دیدار ان کو عطا کیا جائے گا۔

روایت ہے کہ جب حضرت بلالؓ جان کنی کے عالم میں تھے تو بے ہوش ہو گئے، جب ہوش میں آئے تو ان کی بیوی رورہی تھی، بلال نے اس سے کہا: مت رو، کل میں اپنے دوستوں: محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کا دیدار کروں گا۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسِلُهَا ۖ ﴿٤٢﴾	تجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کب واقع ہوگی (۴۲)
---	---

مفسرین کہتے ہیں: مشرکین قیامت کی اوصاف اور خبر میں سے صرف: طامہ، صاخہ، اور قارعہ سنتے تھے، اور پھر طنزیہ انداز میں کہتے تھے: کب خدا اسے لائے گا، اور کب واقع ہوگا؟ تب یہ مبارک آیت نازل ہوئی:

فَإِنَّمَا أَنْتَ مِنَ ذِكْرِهَا ۖ ﴿٤٣﴾	تجھ کو کیا کام اس کے ذکر سے؟ (۴۳)
---	-----------------------------------

تو اس سے باخبر نہیں ہے کہ ان کو خبر دے، کیونکہ وہ پوشیدہ رازوں میں سے ہے کہ صرف خدا جانتا ہے، پھر کیوں تجھ سے اصرار کے ساتھ پوچھتے ہیں؟

الی رَبِّكَ مُنْتَهَبًا ۝۴۴	قیامت کے واقع ہونے کے وقت کی خبر تیرے رب کے پاس ہے (۴۴)
-----------------------------	---

(اور اس کے وقوع سے تیرا رب ہی باخبر ہے، تو نہیں)

إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ مَّنْ يَّحْشُرُهُمْ ۝۴۵	تم تو ڈرانے والے ہو اس کو جو اس سے ڈرتا ہے (۴۵)
--	---

آپ کا فرض صرف اور صرف ڈرانا اور تنبیہ کرنا ہے ان لوگوں کو جو قیامت سے ڈرتے ہیں (اور حق تلاش کرنے اور حق کو اپنانے کا جذبہ رکھتے ہیں) لیکن اس کے ظہور کے وقت کی اطلاع دینا تمہارے فرائض میں شامل نہیں ہے۔

كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحًى ۝۴۶	جب اس کو دیکھیں گے تو انہیں لگے گا کہ وہ ایک رات یا ایک دن نہیں ٹھہرے تھے (دنیا میں) (۴۶)
--	---

جس دن قیامت کا قائم ہونا دیکھیں گے ایسے محسوس کریں گے جیسے ایک شام یا ایک صبح بھی دنیا میں نہیں رہے۔

ابن کثیر کہتے ہیں: اپنی زندگی کے دورانیے کو بہت ہی مختصر سمجھتے ہیں، ان کے خیال میں وہ دنیا میں نہیں ٹھہرے مگر ایک رات بھر یا دن بھر۔ اور اس طرح سورہ نازعات "حشر و بعث" کے اثبات کے ساتھ اس کا اختتام کیا جاتا ہے، وہ مضمون جس پر سورت کے شروع میں قسم کھائی گئی تھی، تاکہ شروع اور اختتام ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہو۔

ملک الموت کی ذمہ داری

سب سے پہلے یہ سمجھنا چاہیے کہ ملک الموت کی ذمی داری صرف انسانوں اور دوسری مخلوقات جیسے فرشتوں، جنوں، اور جانوروں کی روحوں کو قبض کرنا ہے، جیسا کہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں: قُلْ يَتَوَفَّنُكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ۝۱۱ (سجدہ : ۱۱)

یعنی : کھدیجئے : جس فرشتے کو خدا نے تمہاری روحوں اور سانسوں کو قبض کرنے کیلئے مقرر فرمایا ہے، (وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ تمہاری موجودگی کی جگہ پر آئیں گے، اور) تمہاری روحوں قبض کر لیں گے۔

ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ: پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر تمہارے اعمال کے مطابق تمہیں جزا و سزا ملے گی، اور تم نے مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے سے انکار کیا تھا، اب دیکھو اور سوچو خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ کیا کریگا! اس آیت مبارکہ سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ ملک الموت انسانوں کی روح قبض کرنے کیلئے مأمور ہے، لیکن حیوانات کی روحوں کیسے اور کس کی وساطت سے قبض ہوں گی؟ اس بارے میں کوئی صریح حدیث موجود نہیں ہے۔

لیکن موضوع روایات اس بارے میں موجود ہیں کہ (آجال البہائم کلھا من القمل والبراغیث والجراد والخیل والبالغ کلھا والبقر وغیر ذلک ، آجالھا فی التسبیح ، فاذا انقضی تسبیحھا قبض اللہ ارواحھا ولیس ملک الموت من ذلک شیئ) ترجمہ: تمام حیوانات جن میں چیونٹی، پسو، ٹڈی، گھوڑا، خچر، گائے، اور دوسرے حیوانات (شامل ہیں) کی موت ان کی تسبیح کی مدت کے ساتھ منسلک ہے، جب بھی ان کی تسبیح کے بیان کرنے کا زمانہ اپنی انتہا کو پہنچا تو رب تعالیٰ ان کی روح قبض کریگا۔

جبکہ ملک الموت کا اس میں کوئی کردار نہیں ہوگا، لیکن جیسا کہ ہم نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے علامہ البانی رحمہ اللہ نے السلسلۃ الضعیفہ (188/4) میں اس حدیث کو موضوع کھا ہے۔

چنانچہ بعض علمائے کھا ہے کہ: ملک الموت تمام مخلوقات کی ارواح (انسان و حیوانات) کو قبض کرتا ہے، بعض اہل علم نے کھا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ خود حیوانات کی ارواح قبض کرتا ہے، نہ کہ موت کے فرشتے۔

ملاحظہ کریں: (التذکرہ للقرطبی صفحہ 75)، (الفواکہ الدوانی: 100/1)

شیخ ابن عثیمین اس مسئلہ پر انسان کو مکلف نہیں سمجھتے، اور اس میں بحث کرنے کو بے فائدہ سمجھتے ہیں، جیسا کہ ان سے حیوانات کی روح قبض کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ: (آپ کا نظریہ کیا ہے؟ اگر آپ سے کھاجائے کہ ملک الموت حیوانات کی روح قبض کرنے پر مامور ہے یا نہیں، اس کا کیا فائدہ ہے؟ کیا صحابہ کرام نے اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا، حالانکہ وہ دوسروں کی بہ نسبت بہت زیادہ سیکھنے اور علم حاصل کرنے میں حریص تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سوالوں کے جواب دینے میں سب زیادہ دلچسپی رکھتے تھے اور جواب دینا اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے، اس کے باوجود صحابہ کرام نے ان سے کبھی بھی ایسا سوال نہیں کیا، جو کچھ رب تعالیٰ اس بارے میں بیان فرماتے ہیں وہ یہ ہے: (قُلْ يَتَوَفَّيْكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ..) یعنی ملک الموت انسانوں کی روح قبض کرنے پر مامور ہے، لیکن غیر انسانوں کی ارواح کے بارے میں کچھ بھی ثابت نہیں ہے، اس کا علم صرف اللہ کو ہی ہے۔ (لقاء الباب المفتوح: 11/146)۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری روز جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر موت کی سختیاں آئیں، اور جب اسامہؓ آپ کے پاس آئے تو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بات نہیں کر سکتے تھے، صرف اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھاتے، پھر اسامہ پر رکھتے تھے، جب اسامہ متوجہ ہوتے تو آپ صلی اللہ

علیہ وسلم ان کے کیلئے دعا فرماتے، عائشہ رضی اللہ عنہا پیارے پیغمبر کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے تھیں۔

اس دوران عبدالرحمن بن ابی بکر داخل ہوئے اس کے ہاتھ میں مسواک تھی، پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس مسواک کو دیکھ رہے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: مسواک لے لوں آپ کیلئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کے اشارے سے فرمایا: ہاں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی سے مسواک لیکر خوب چبھائی اور نرم کر کے آپ کو دے دی۔

پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک اپنے منہ میں رکھی اور مسواک کرتے ہوئے اس جملے کو دوہراتے رہے: (فی الرفیق الاعلیٰ) یعنی: میں پسند کرتا ہوں کہ رفیق اعلیٰ سے ملوں، اور اپنے دست مبارک کو پانی کے برتن میں جو ان کے پاس رکھا ہوا تھا ب ڈبو رہے تھے اور اپنے چہرہ مبارک پر مل رہے تھے، اور فرماتے تھے: (لا الہ الا اللہ ان للموت سكرات) لا الہ الا اللہ! سكرات موت بہت مشکل ہیں۔

جیسے ہی مسواک کرنے سے فارغ ہوئے اپنی انگلی گھر کی چھت کی طرف اٹھائی اور آپ کے لب مبارک حرکت کرنے لگے تو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا توجہ کے ساتھ سننے لگیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: (مع الذین انعمت علیہم من النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین، اللہم اغفر لی وارحمنی والحقنی بالرفیق الاعلیٰ، اللہم الرفیق الاعلیٰ)۔

(ان لوگوں کے ساتھ جن پر تو نے انعام فرمایا ہے: انبیاء صدیقین، شهدا اور صالحین! یا اللہ مجھے بخش دے اور مجھے اپنی رحمت میں شامل کر، اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملادے، یا خدایا: رفیق اعلیٰ)۔

یہ آخری جملہ تین مرتبہ آپ نے دوہرایا، اور آپ کے ہاتھ ایک طرف کو گر گئے اور رفیق اعلیٰ سے جا ملے، (إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُونَ)

بخاری کتاب المغازی: (4437 و 4449) اور باب مرض النبی (

دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا: (یا اللہ! موت کی سختیوں میں میری مدد فرما، (ترمذی: کتاب الجنائز حدیث: 978)

لیکن سكرات موت سے متعلق اوپر والی حدیث میں اشارہ ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری بات کو آخری دن میں نقل فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (لا الہ الا اللہ إِنَّ للموت سكرات) یعنی: لا الہ الا اللہ موت کی بہت سختیاں ہیں۔

ملک الموت کا تیزی سے عمل کرنا:

بہت سے لوگ کبھی کبھی سوچتے ہیں کہ کس طرح ملک الموت ایک وقت میں بہت سارے انسانوں کی روح قبض کر لیتا ہے؟

سب سے پہلے یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ روح قبض کرنے والے فرشتے کیلئے (عزرائیل) نام درست نہیں ہے، اس کا اصل نام ملک الموت ہی استعمال کرنا چاہیے، اس لئے کہ عزرائیل کے نام سے قرآن عظیم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں کہیں بھی ذکر نہیں ہوا ہے۔

بلکہ یہ نام اسرائیلیات میں سے لیا گیا ہے بہتر یہ ہے کہ اسے چھوڑ دیا جائے، اور اس کے بجائے "ملک الموت" کا نام استعمال کیا جائے، اس لئے کہ یہ نام یعنی "ملک الموت" قرآن اور حدیث میں ذکر ہوا ہے۔

ثانیاً: خدا تعالیٰ نے جو طاقتور اور بڑے فرشتے پیدا فرمائے ہیں جیسے: ملک الموت، جبرئیل، میکائیل، وغیرہ ان کو قوت و طاقت و سرعت ان کے کام کے مطابق عطا فرمائی ہے۔

مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

زمین ایک تھال کی طرح ملک الموت کے سامنے رکھی گئی ہے، اس طرح کہ جب چاہے کسی بھی روح کو اس میں سے قبض کر لیتا ہے، قرآن کریم میں روح کا قبض کرنا کبھی خداتعالیٰ کی طرف بھی منسوب ہوا ہے، جیسے آیت: (اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا) سورة الزمر: 42۔

اور کبھی قبض ارواح کی نسبت فرشتوں کے طرف ہوئی ہے، جیسے: (الَّذِينَ تَتَوَفَّيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ) يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ. ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝۳۲ (سورة النحل)

وَبِالْقَابِرِ فَوْقَ عِبَادِهِ يُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً. حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمْ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ۝۶۱ (الانعام: 61)

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ) سورة النساء: 97

اور کبھی قبض روح کی نسبت ملک الموت کی طرف ہوئی ہے جیسے آیت: (قُلْ يَتُوفَّاكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ) سورة السجدة: 11

ان آیات کا یہ معنی ہے کہ سب سے پہلے خدا انسانوں کو موت دیتا ہے، اور اس کے حکم سے روح جسم سے خارج ہو جاتی ہے۔

ثانیاً: ملک الموت کو ایسے ساتھیوں کی مدد حاصل ہے فرشتوں میں سے جو ایک انسان کی موت کے ابتدائی مراحل کی تیاری کرتے ہیں، اس کے بعد ملک الموت روح کو جسم سے الگ کرتا ہے، اور اپنی تحویل میں لیتا ہے، پھر اس کو عذاب یا رحمت کے فرشتوں کے سپرد کر دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ روحیں عالم برزخ میں قیامت کے دن تک نعیم میں یا عذاب میں رہیں گی۔

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ہمیں یہ سوچنے کے بجائے کہ ملک الموت ایک وقت میں بہت ساری ارواح کیسے قبض کرتا ہے، ہمیں سوچنا چاہیے کہ موت کے وقت اعمال کیا ہونے چاہئیں۔

جنتیوں کے حالات:

جنت والے خوبصورت اور بہترین شکل و صورت کے ساتھ اپنے باب حضرت آدم علیہ السلام کی شکل و صورت میں جنت میں داخل ہونگے، اور کوئی شکل و صورت اتنی خوبصورت اور کامل نہیں ہے، جس شکل و صورت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ابوالبشر کی تخلیق کی ہے، خدانے حضرت آدم کو اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے، اس کی تخلیق کی تکمیل فرماتے ہوئے اس کو خوبصورت انداز میں بنایا؛ چنانچہ جو کوئی بھی جنت میں داخل ہو وہ آدم کی صورت اور ان کے جسمانی ساخت میں ہوگا۔

خدانے آدم کو بہت بلند قد کھجور کے درخت جیسا بنایا تھا، جس کا طول ساٹھ (60) گز تھا، صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدانے آدم کو اپنی صورت میں پیدا فرمایا تھا، جس کے قد کی لمبائی ساٹھ (60) گز تھی؛ لہذا جو شخص بھی جنت میں داخل ہوگا تو اس شکل و صورت میں داخل ہوگا، کہ اس کی لمبائی ساٹھ گز ہوگی۔

آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد انسانوں کے قد میں ہمیشہ کمی ہوتی رہی ہے۔

(صحیح مسلم : کتاب الجنة ، باب یدخل الجنة اقوام افئدتهم مثل افئدة الطیر : (2841)۔

جنتیوں کی صورتوں اور چہروں کی خوبصورتیوں میں سے ایک خوبصورتی یہ ہے کہ وہ نوجوانوں کی طرح بغیر داڑھی کے ہونگے، ایسا لگیگا کہ انہوں نے اپنی آنکھوں میں سرمہ لگایا ہوا ہے، اور وہ تینتیس سالہ (33) بن کر جنت میں داخل ہونگے۔

مسند احمد اور سنن ترمذی میں معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : (یدخل اهل الجنة جرءاً مرداً كأنهم مکحلون ابناء ثلاث وثلاثین)

اہل جنت اس طرح جنت میں داخل ہونگے جیسے مجرد اور بغیر داڑھی کے (بے ریش) ایسے خوبصورت ہونگے، جیسے آنکھوں میں سرمہ لگائے ہوئے ہوں، اور 33 سال کے ہونگے ، (صحیح مسلم : 7928)

دوزخیوں کی صورتحال:

دوزخ والے بہت ہی ہولناک شکل و صورت میں موٹا فربہ (جن کے حجم کی مقدار کا اللہ کے علاوہ کوئی اندازہ نہیں کر سکتا) دوزخ میں داخل ہونگے۔

حضرت ابوہریرہ سے ایک حدیث مروی ہے (مابین منکبی الکافر مسيرة ثلاثة أيام للراکب المسرع) صحیح مسلم : باب النار یدخلها الجبارون (2190/4)

یعنی قیامت کے دن کافر کا جسم اتنا بڑا ہوگا کہ ایک تیز گھوڑ سوار تین دن میں اس کے دونوں شانوں کے بیچ کا فاصلے طے کر سکے۔

کافر کے جسم کا حجم اس لئے بڑا ہوگا تاکہ اس کے عذاب میں اضافہ ہو۔
امام نووی ان احادیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: یہ سب اس لئے ہے کہ ان کی اذیت آخری حد کو پہنچ جائے، یقیناً ان سب پر ایمان لانا واجب ہے، اس لئے کہ رسول صادق المصدق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے، (شرح نووی مسلم : 186/17)

ابن کثیر ان احادیث کی تشریح و توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں : (لیکن ذلک انکی فی تعذیبہم، واعظم فی تعبہم ولہیبہم، کمال شدید العقاب : (لیذوقوا العذاب) (نہایۃ: لابن کثیر)

ان کے جسم کی یہ بڑھوتری زیادہ عذاب چکھنے کے لئے ہے، جیسا کہ شدید العقاب والی ذات نے فرمایا: تاکہ عذاب کو چکھیں۔

قیامت کے دن بچوں کی حالت :

شرعی حکم یہی ہے کہ: جو مسلمان بچے سن بلوغت سے پہلے وفات پاچکے ہیں ان کا ٹھکانہ جنت ہوگا ان شاء اللہ، رب تعالیٰ فرماتے ہیں: وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَبِّينَ ﴿۲۱﴾ سورة الطور : (21)

جولوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد ان کی پیروی کرتے ہوئے ایمان لائی، جنت میں ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملائیں گے، (تاکہ اپنے بچوں کو اپنی آغوش میں پائیں اور ان سے محبت کا اظہار کر کے فرحت محسوس کریں)، بغیر اس کے کہ ہم ان کے عمل سے بچوں کو دے دیں، یا اس وجہ سے ان کے بچوں کی نیکیوں میں اضافہ کر دیں، یا اس واسطے سے ان کے گناہوں کو ختم کر دیں، کیونکہ ہر شخص اپنے عمل کا گروی ہوگا جو اس نے کیا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آیت: (كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَئِيَّةٌ ﴿۳۸﴾) (سورة مدثر: 38) سے مسلمان بچوں کے جنتی ہونے کا استدلال کیا ہے، اس لئے کہ ان بچوں نے ایسا کوئی عمل نہیں کیا جس کی ان سے باز پرس ہو۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس عنوان کے تحت مستقل باب قائم کیا ہے (فضل من مات له ولد فاحتسب)، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مندرجہ ذیل تشریح کے ساتھ پیش کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (مامن الناس مسلم يتوفى له ثلاث لم يبلغ الحنث الا ادخله الله الجنة بفضل رحمته اياهم) جس مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں تو خدا اسے اپنے فضل و رحمت سے جنت میں داخل فرمائے گا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے معاویہ بن صریم کی بیٹی خنساء سے بسند صحیح روایت کیا ہے وہ اپنے چچا سے روایت کرتی ہیں، وہ کہتے ہیں کہ: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! جنت میں کون جائے گا؟ آپ نے فرمایا (النبي في الجنة والشهيد في الجنة، والمولود في الجنة) (فتح

الباری : 246/3)

انبیاء ، شہداء ، نوزائیدہ (نابالغ بچے جنت میں ہونگے)، امام مسلم اور امام احمد رحمہما اللہ اپنی اپنی مسند میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "صغار ہم دعامیص الجنة، یتلقى أحدهم أباه أو قال أبویہ، فیاخذ بثوبه أو قال بیده كما آخذ أنا بصنفة ثوبک هذا، فلا یتناهی ، أوقال: فلا ینتہی حتی یدخله الله ، إیاه الجنة) مسلمان بچے جنت والوں کے خدمت گار ہونگے ، وہ بچے اپنے والد یا والدہ کو دیکھ کر اس کا دامن یا ہاتھ پکڑ لیں گے ، جیسا ابھی میں نے تمہارے کپڑے کا کونا پکڑا ہے ، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس بچے اور اس کے والدین کو جنت میں داخل کر دے گا ۔

قیامت کے دن کفار و مشرکین کے بچوں کی حالت

امام بخاری نے اس عنوان کے تحت (ماقیل فی اولاد المشرکین) باب باندھا ہے ، اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی ہے: سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اولاد المشرکین، فقال: الله اذا خلقهم اعلم بما کانوا عاملین). مشرکین کی نابالغ اولاد کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ان کی تخلیق کے وقت ہی اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ یہ کیا عمل کریں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (کل مولود یولد علی الفطرة ، فأبواه یهودانه أو ی نصرانه أو یمجسانه کمثل البهیمۃ، تنتج البهیمۃ هل فیها جدعاً؟) ۔

ہر بچہ دنیا میں فطرت سالم پر آتا ہے ، اس کے ماں باپ اسے یہودی ، مسیحی یا مجوسی بناتے ہیں، ایک حیوان سے حیوان پیدا ہوتا ہے ، کیا آپ نے ان میں سے کسی حیوان کے بچے کو دیکھا جو کان کٹا پیدا ہوا ہو؟ (بخاری کتاب الجنائز ، فتح الباری 3/296)

ابن حجر کے مطابق امام بخاری رحمہ اللہ ان احادیث کو نقل کر کے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ وہ اس مسئلے میں اپنی ذاتی رائے کا اظہار نہیں کر رہے ، بلکہ سورہ الروم کی تفسیر کے بعد ان کے جنتی ہونے کا فیصلہ کن طور پر اظہار کر رہے ہیں ، انہوں نے اس باب کی احادیث کو اس طرح ترتیب دیا ہے کہ خود مشرکین کے بچوں کے جنتی ہونے پر دلالت کرتی ہیں، اس لئے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلے دلالت کرنے والی احادیث پر توقف کیا پھر ان کے جنتی ہونے پر جو مرجح احادیث ہیں وہ لائے ہیں ، اور آخر میں ایسی احادیث بیان کی ہیں، جو ان کے جنتی ہونے کو یقینی بناتی ہے۔ انہوں نے درج ذیل حدیث بیان کی ہے:

"وأما الوالدان الذین حولہ فکل مولود یولد علی الفطرة ، فقال بعض المسلمین: واولاد المشرکین؟ فقال : واولاد المشرکین" اور وہ والدین جن کے ان کے آس پاس

ہیں، چنانچہ ہر بچہ پاکیزہ فطرت کے ساتھ پیدا ہوتا ہے، مسلمانوں میں سے بعض نے پوچھا: کیا وہاں مشرکوں کی اولاد ہیں؟ فرمایا: جی ہاں۔ ابن حجر فرماتے ہیں: ابویعلیٰ نے جو حدیث انس سے مرفوع سند کے ساتھ روایت کی ہے وہ حدیث امام بخاری کے موقف کی تائید کرتی ہے۔ (سألت ربی اللہین من ذریۃ البشر ان لا یعذبہم فاعطانیہم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ مشرکین کے نابالغ بچوں کو عذاب نہ دے، پروردگار نے میری دعا قبول کر لی۔ (اللہین) ابن عباس کی تفسیر کے مطابق چھوٹے بچے ہیں، اسی طرح مشرکین کے بچوں کی جنتی ہونے پر درج ذیل حدیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے: (اطفال المشرکین خدم اهل الجنة) (سلسلة الاحادیث الصحیحة : 1468)

مشرکین کے بچے اہل جنت کے خدمت کرنے والے ہوں گے۔ یہ نظریہ کہ مشرکین کی اولاد جنت میں ہوگی بہت سارے علماء کی رائے ہے:

جیسے ابی الفرج بن جوزی، اور امام نووی اس بارہ میں فرماتے ہیں کہ: وهو المذهب الصحیح المختار الذی ذہب الیہ المحققون لقولہ تعالیٰ: (وما کُنَّا معذبین حتی نبعث رسولاً) (اسراء: 15)

جو صحیح اور پسندیدہ مذہب یا رائے جسے محققین نے بھی اپنایا ہے، وہ یہ ہے کہ: مشرکین کی اولاد جنت میں داخل ہوگی، اس لئے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: جب تک ہم کسی قوم میں پیغمبر نہیں بھیجتے ان کو عذاب نہیں کرتے۔

قیامت کے دن دیوانوں کا حال

آخر میں چاہتا ہوں کہ مجنون اور دیوانے کی حالت کے بارے میں اور ان لوگوں کے بارے میں بتا دوں جن کو آپ ﷺ کی رسالت نہیں پہنچی ان کے بارے میں کچھ تفصیل بیان کر دوں:

شیخ ناصر الدین البانی اپنی کتاب "قرآن کریم کی تفسیر کیسے کریں" میں لکھتے ہیں: ان کے ساتھ قیامت کو خصوصی برتاؤ ہوگا، وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ ایک رسول ان کی طرف بھیج دیگا تاکہ ان کو آزمائے، جیسا کہ لوگ دنیا کی زندگی میں آزمائے جاتے ہیں۔

چنانچہ جس نے قیامت کے میدان میں اسے قبول کیا، اور فرمانبردار بنا، اسے جنت میں بھیج دیا جائیگا، اور جس نے نافرمانی کی اور قبول نہیں کیا وہ دوزخ میں جائیگا۔ (سلسلة الاحادیث الصحیحة : 24689)

اس کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے:

(اربعة یحتجون یوم القیامة، رجل أصم لا یسمع، ورجل ھرم، ورجل أحمق، ورجل مات فی الفترة، وفیہ: فیأخذ موثقہم لیطیعنہ فیرسل إلیہم رسول أن ادخلوا

النار، فوالذی نفسی بیدہ لودخلوها لکانت علیہم بردًا وسلاماً" ثم رواه عن أبي هريرة وقال في آخره: فمن دخلها كانت عليه بردًا وسلامًا، ومن لم يدخلها رد اليها" (مسند امام احمد، صحيح جامع الصغير الباني)
قیامت میں چار آدمیوں کی حالت:

(1) بھرا جو نہیں سنتا (2) بوڑھا آدمی ، (4) اور بے وقوف آدمی ، جس آدمی کی عقل نہ ہو احمق (4) اور وہ جو فترہ میں فوت ہوا (اللہ کے پیغمبروں کی دعوت و رسالت سے بے خبر ہو دعوت نہ پہنچی ہو یا دو پیغمبروں کے درمیان کے وقفے میں تھا کہ جب کسی نبی کی دعوت اور دین نہیں تھا)

اللہ ان سے اپنی اطاعت کا عہد لے گا، ان کے پاس ایک قاصد بھیج دیگا وہ قاصد ان سے کہے گا آگ میں داخل ہو جاؤ، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ، اگر اس میں داخل ہو جائیں تو ان کے لئے ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوگی، پھر اسے ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں ، اور حدیث کے آخر میں کہتے ہیں کہ : جو بھی اس آگ میں داخل ہوگا وہ اس کیلئے ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جائے گی، اور جو داخل نہیں ہوگا، اسے جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔

محمد بن یحیٰ اور بزار نے عطیہ العوفی کے ذریعے ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (الہالک فی الفترۃ والمعتوہ والمولود یقول الہالک فی الفترۃ لم یأتنی کتاب، ویقول المعتوہ: رب لم تجعل لی عقلاً اعقل بہ خیراً ولا شرّاً ویقول المولود: رب لم أدرك العقل ، فترفع لهم نار فیقال لهم: ردوها، قال : فیردھا من کان فی علم اللہ سعیداً لو أدرك العمل ، ویمسک عنھا من کان فی علم اللہ شقیّاً لو أدرك العمل فیقول إیای عصیتم، فکیف لو أن رسلی أتتکم وفی رواية البزار: فکیف برسلی بالغیب قال البزار لا یعرف إلا من طریق عطیة عنہ) .

ترجمہ: جو حالت فترہ میں وفات پائے یا پاگل اور نومولود: ترجمہ: پھلا کہے گا : کہ دعوت و رسالت مجھ تک نہیں پہنچی، کوئی پیغام مجھے نہیں ملا۔

اور پاگل کہے گا: اے پروردگار ! مجھے تونے عقل کے زیور سے آراستہ نہیں کیا تھا کہ میں اس کے ذریعے برائی اور بھلائی کو سمجھتا۔ اور نومولود کہے گا: اے میرے رب ! میں عقل نہیں رکھتا تھا، نا سمجھ تھا ۔

پھر ان کے لیے آگ تیار کی جائے گی، اور ان سے کھاجائیگا کہ اس میں داخل ہو جاؤ،

اس آگ میں وہ شخص داخل ہو جائے گا جو اللہ کے علم میں نیک عمل کر نے والا تھا ، اگر اسے عمل کا موقع ملا ہوتا ۔

اور وہ شخص اس سے رک جائے گا جو اللہ کے علم میں بدبخت اور برے عمل کرنے والا تھا ، اگر اسے عمل کا موقع ملا ہوتا۔
 پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے میری نافرمانی کی ، تو اگر میرے رسول تمہارے پاس آتے تو تم اس وقت کیا کرتے ؟ حالانکہ وہ میرے بارے میں بالغیب تباتے ، (جبکہ میں سامنے ہوں اور تم نے میری بات نہیں مانی) بزار کہتے ہیں یہ حدیث صرف عطیہ کی سند سے ہے ، کسی اور روایت سے مذکور نہیں ہے ۔

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ الکریم

ترجمہ و تفسیر «سورة النازعات»

تتبع ونگارش: امین الدین « سعیدی - سعید افغانی »

مدیر مرکز مطالعات ستراتیژیکی افغان

ومسؤل مرکز فرهنگي د حق لاره- جرمني

ادرس : saidafghani@hotmail.com

Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library